رسائل و مسائل

توہینِ صحابہ کا بے سروپا الزام

سوال۔ یہ صورتِ حال بڑی افسوسناک ہے کہ مولانا مودودی کی بعض تحریروں کو بنیاد بنا کر ان کے اور جماعت اسلامی کے خلاف بعض لوگوں نے مدّت سے ایک مہم چلا رکھی ہے اور انہیں توہینِ صحابہ کا مرتکب قرار دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس سلسلے میں مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں۔ مولانا مودودی نے پہلے تجدید و احیائے دین میں لکھا تھا کہ حضرت عثمانؓ ان خصوصیات کے حامل نہ تھے جو ان کے جلیل القدر پیش روؤں کو عطا ہوئی تھیں۔ خلافت و ملوکیت میں بھی یہ بات دہرائی گئی ہے کہ حضرت عثمانؓ نے شیخین کی پالیسی سے ہٹ کر جو روش اختیار کی وہ بلحاظ تدبیر نامناسب بھی تھی اور عملاً سخت نقصان دہ بھی ثابت ہوئی۔ انہوں نے اپنے اقرباء کو بڑے بڑے عہدے اور عطیے دیئے جن سے خرابیاں پیدا ہوئیں۔ اس سلسلے میں مروان پر بھی تنقید کی گئی ہے۔

اسی طرح امیر معاویہؓ کے بارے میں مولانا نے لکھا ہے کہ وہ حضرت علیؓ کے خلاف خروج اور بغاوت کے مرتکب ہوئے۔ ان کے والد حضرت ابوسفیان کے بارے میں بھی بعض نامناسب ریمارک خلافت و ملوکیت میں موجود ہیں۔ ان سب باتوں کو صحابۂ کرام کی بے ادبی اور گستاخی پر محمول کیا گیا ہے۔ خلافت و ملوکیت میں جو واقعات درج ہیں، ان سب کا حوالہ تو دے دیا گیا ہے لیکن اس میں جس طرح دورِ صدیقی و فاروقی کا تقابل بعد کے ادوار سے کیا گیا ہے، کیا اس طرح کے تبصرہ کی مثال کسی دوسرے مصنف یا مؤرخ کے ہاں بھی ملتی ہے اور وہاں بھی یہ اندازِ تنقید پایا جاتا ہے یا نہیں؟ اگر اس کی کوئی نظیر پیش کر دی جائے تو شاید ان لوگوں کے لیے موجبِ اطمینان ہو جو ضد میں

مبتلا نہیں ہیں بلکہ محض ہنگامہ آرائی سے متاثر ہیں۔"

جواب (از ملک غلام علی صاحب)۔

مولانا مودودی کی کتاب خلافت و ملوکیت (طبع جدید) کے ضمیمے میں ایسا مواد موجود ہے جو ایک حق پسند انسان کی تشفی کے لیے کافی ہے۔ تاہم میں چند توضیحات اپنی طرف سے درج کیے دیتا ہوں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یا دوسرے صحابۂ کرام کے متعلق مولانا مودودی کے قلم سے کوئی بات ایسی نہیں نکلی جسے معاذ اللہ سب و شتم یا مطاعن و مثالب کے زیر عنوان لایا جا سکے۔ مولانا نے جو کچھ لکھا ہے ائمہ اہل سنت اور اصحاب تاریخ و سیر سلف سے خلف تک کم و بیش اسی طرح کی باتیں لکھتے چلے آئے ہیں، بلکہ بعض باتیں اس سے شدید تر بھی لکھی گئی ہیں۔ اس کی ایک دو نہیں، متعدد مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ سر دست سب سے پہلے امام ابن تیمیہؒ کی کتاب منہاج السنۃ کے چند حوالے یہاں درج کر دوں۔ امام ممدوح اور ان کی اس تصنیف کو میں نے دو وجوہ کی بنا پر منتخب کیا ہے پہلی وجہ یہ ہے کہ مولانا مودودی کے خلاف جن حضرات نے اپنی زبان و قلم کی باگیں ڈھیلی کی ہیں، ان کی دستبرد اور تعدی سے ابن جریرؒ، ابن عبد البرؒ اور ابن کثیرؒ جیسے جلیل القدر ائمہ فن بھی محفوظ نہیں رہے، لیکن غنیمت ہے کہ ان حضرات کے ہاں ابھی تک ابن تیمیہؒ اور بالخصوص ان کی کتاب منہاج السنۃ کا اعتبار قائم ہے اور وہ جا بجا انہیں شیخ الاسلام کے لقب سے یاد کر کے اس کتاب کی عبارتیں نقل کرتے ہیں۔ دوسری وجہ میرے انتخاب کی یہ ہے کہ فی الواقع ہزار سے زاید صفحات کی یہ کتاب ایک شیعہ مصنف کے رد میں لکھی گئی ہے اور اس میں خلفائے راشدین اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دفاع میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا گیا، حتیٰ کہ مروان اور یزید کے حق میں جتنی صفائی پیش کی جا سکتی تھی، اس میں بھی کسر باقی نہیں رہنے دی گئی۔ بعد میں آنے والے اور اس موضوع پر لکھنے والے سب امام ابن تیمیہؒ کے خوشہ چین ہیں۔

منہاج السنۃ کی چوتھی اور آخری جلد کی ایک فصل میں اس امر پر بحث کی گئی ہے کہ تاریخی واقعات کے صدق و کذب کا معیار باعتبار سند کیا ہونا چاہیے۔ اس فصل کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے: وھنا طریق یمکن سلوکھا لمن لم تکن له معرفة بالاخبار ...... اس میں پہلے ابن تیمیہؒ حضرت ابوبکرؓ کی سیرت بیان فرماتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ انہوں نے منصب خلافت کو اس حال میں چھوڑا کہ نہ کسی سے ترجیحی سلوک روا رکھا

اور نہ اپنے قرابت داروں کو عہدے دار بنایا - اس کے بعد حضرت عمرؓ کے بارے میں لکھتے ہیں :

لم يتلوث لهم بمال ولا ولّى احداً من اقاربه ولاية فهذا امر يعرفه كل احد واما عثمان فانه بنى على امر قد استقر قبله بسكينة وحلم وهدى ورحمة وكرم ولم يكن فيه قوة عمر ولا سياسته ولا فيه كمال عدله وزهده فطمع فيه بعض الطمع وتوسعوا فى الدنيا وضعف خوفهم من الله ومنه ومن ضعفه هو وما حصل من اقاربه فى الولاية والمال ما اوجب الفتنة حتى قتل مظلوماً شهيداً -

(ص ۱۲۱ منہاج السنہ، الجزء الرابع، بالمطبعۃ الامیریہ، بولاق، مصر ۱۳۲۲)

حضرت عمرؓ نے لوگوں کو مال سے آلودہ نہ کیا اور نہ اپنے کسی رشتہ دار کو کوئی عہدہ دیا۔ یہ ایسی بات ہے جسے ہر ایک جانتا ہے۔ رہے حضرت عثمانؓ تو انہوں نے سکونِ قلب اور بردباری اور راست روی اور رحمت اور کرم کے ساتھ اس نظام کو چلایا جو ان سے پہلے قائم ہو چکا تھا، مگر ان میں نہ حضرت عمرؓ جیسی قوت تھی، نہ ان کی سی سیاست، نہ اس درجہ کا کمال عدل و زہد۔ اس سے بعض لوگوں نے ان سے ناجائز فائدہ اٹھایا اور وہ دنیا کی طلب میں منہمک ہو گئے اور ان میں خدا اور خلیفہ کا خوف کمزور پڑ گیا۔ پس حضرت عثمان کی کمزوری نے اور ان کے اقارب کو جو مناصب و مال حاصل ہوئے تھے، انہوں نے فتنے کو جنم دیا حتیٰ کہ آپ مظلومی کی حالت میں شہید ہو گئے۔

پھر آگے اسی فصل میں ص ۱۲۷ پر فرماتے ہیں :

وكان ابوبكر وعمر افضل سيرة واشرف سريرة من عثمان وعلى رضى الله عنهم اجمعين فلهذا كانا ابعد عن الملام واولى بالثناء العام حتّى لم يقع فى زمنهما شئ من الفتن -

حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ اپنی سیرت اور طینت میں حضرت عثمان و علی (رضی اللہ عنہم اجمعین) سے افضل و اشرف تھے، اسی وجہ سے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ ملامت سے محفوظ اور عام تعریف کے مستحق رہے، اور اسی بنا پر دونوں کے عہد میں کوئی فتنہ رونما نہ ہو سکا۔

منہاج السنہ کی اسی چوتھی جلد میں ایک فصل قال الرافضی الخامس اخبارہ بالغائب .. کے الفاظ سے شروع ہوتی ہے - اس میں ص ۱۷۹ پر یہ عبارت موجود ہے : ولم يتهم احد من الصحابة والتابعين معاوية بنفاق

و اختلفوا فی ابیہ" صحابہؓ اور تابعینؒ میں سے کسی نے معاویہؓ پر تو منافقت کا الزام نہیں لگایا ہے، مگر ان کے باپ کے معاملہ میں ان کے درمیان اختلاف رہا ہے۔" میں اپنے ناقص علم کی بنا پر اس اختلاف کی تفصیل سے ناواقف ہوں جس کا ذکر فقرے کے آخر میں کیا گیا ہے، البتہ میں اس عبارت کو دشنام طراز اور فتویٰ باز حضرات کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ وہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے حق میں کیا فتویٰ رسید کرتے ہیں؟

علامہ محب الدین طبری شافعی نے اپنی کتاب "الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ" میں حضرت سعید بن مسیب کا جو قول حضرت عثمانؓ کے متعلق نقل کیا ہے وہ "خلافت و ملوکیت" کے ضمیمے میں موجود ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام حضرت عثمانؓ کے اس طریقے کو پسند نہیں کرتے تھے کہ انہوں نے غیر صحابی بنو امیہ کو بڑی تعداد میں عہدے دیئے، ان عہدہ داروں سے ناپسندیدہ افعال سرزد ہوئے اور توجہ دلانے پر بھی ان شکایات کا ازالہ نہ ہو سکا۔

الریاض النضرہ کے متعلق میں یہ امر مزید واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اس کتاب کا اصل موضوع تاریخ نہیں بلکہ یہ خاص طور پر خارجی و شیعی عقاید کے ابطال اور سُنّی عقائد اور ان کی حقانیت کے اثبات کی غرض سے لکھی گئی ہے اور اس میں ان دس صحابہ کرام کے فضائل و مناقب بیان کیے گئے ہیں جنہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی خصوصی بشارت دی تھی اور جنہیں اہلِ سنت عشرہ مبشرہ کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

حافظ محب الدین الطبری کے اسی قول کو بنیاد بنا کر ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ابواب المناقب میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ کی سیرتوں کا فرق یوں واضح فرمایا ہے:

وان اتفق خلاف ذالك فی بادی النظر رجعوا الیه فی ثانیة مستصوبین رایه معترفین بان الحق کان معه کما فی قتال اهل الردة او نحو ذالك وهذا المعنی فُقِد فی عثمان۔ فانهم خالفوا رایه فی کثیر من وقایعه ولم یرجعوا الیه بل اصروا علیٰ انکارهم علیه حتیٰ قُتِل وکان مع ذالك علی الحق ما شهدت به

(حضرت ابوبکرؓ) سے اگر بادی النظر میں صحابہ کرام کو اختلاف ہوا تب بھی دوبارہ غور و فکر کے بعد انہوں نے حضرت ابوبکر کی رائے کو صحیح سمجھ کر ان کی طرف رجوع کیا اور ان کے برسرِ حق ہونے کا اعتراف کیا، جیسا کہ مرتدین وغیرہ کے معاملے میں ہوا۔ یہ بات حضرت عثمانؓ کے معاملے میں مفقود ہو گئی۔ بہت سے واقعات میں صحابہؓ نے ان کی رائے سے اختلاف کیا اور ان سے متفق نہ ہوئے

الاحادیث وکان رجلاً صالحاً علی ما دل ھذا الحدیث فالنقص انما کان عما ثبت للشیخین قبلہ ۔ کذا حققہ الطبری فی الریاض النضرۃ ۔	بلکہ اپنے انکار و اختلاف پر مُصر رہے۔ یہاں تک کہ آپ شہید ہو گئے۔ اس کے باوجود آپ حق پر تھے جیسا کہ احادیث شاہد ہیں۔ اس حدیث کی رُو سے بھی آپ مردِ صالح تھے۔ آپ میں کمی یا نقص صرف اس معیار کے لحاظ سے تھا جو ان سے پہلے شیخینؓ کے حق میں ثابت ہو چکا تھا۔ طبری نے الریاض النضرہ میں اپنی تحقیق یہی بیان کی ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف "ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء" کا موضوع بحث بھی یہی ہے۔ اس میں بھی خوارج و شیعہ کے نظریات کا رد، خلافت راشدہ کی حجیت اور خلفائے راشدین کے اُسوہ اور ان کے کارنامہ کا بیان ہے۔ اب ازالۃ الخفا، مقصد اوّل ص۱۵۱ کی درج ذیل عبارت ملاحظہ ہو:

سیرت حضرت ذی النورینؓ بہ نسبت سیرتِ شیخین مغایرتے داشت، زیرا کہ گاہے از عزیمت برخصت تنزل می نمود و امراء حضرت ذی النورینؓ نہ برصفت اُمراءِ شیخین بودند۔	حضرت عثمانؓ ذوالنورین کی سیرت حضرت شیخینؓ کی سیرت سے مغایر و مختلف تھی کیونکہ حضرت عثمانؓ بعض اوقات عزیمت کے بجائے رخصت پر اتر آتے تھے اور آپ کے امراء میں شیخینؓ کے امراء و عمال جیسی صفات نہ تھیں۔

شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے خلفِ الرشید شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے بھی اہلِ تشیع کی تردید میں ایک مستقل کتاب تحفہ اثنا عشریہ کے نام سے لکھی ہے۔ اس میں صاف طور پر حضرت امیر معاویہؓ کو باغی قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح انہوں نے اپنے فتاویٰ اور دوسری تحریروں میں متعدد مقامات پر لکھا ہے کہ امیر معاویہؓ شائبہ نفسانیت سے خالی نہ تھے۔ میں ذیل میں ممتاز اہلِ حدیث عالم نواب صدیق حسن خاں صاحبؒ کی ایک عبارت نقل کرتا ہوں جس میں شاہ صاحب موصوف کا حوالہ بھی مذکور ہے، اس لیے یہ اہلِ حدیث و احناف سب کے لیے لائقِ اعتناء ہے۔ نواب صاحب مرحوم اپنی کتاب "ہدایۃ السائل الی اَدِلۃ المسائل" کے صفحہ ۵۱۰ پر پہلے تو لکھتے ہیں کہ مروان حضرت طلحہؓ اور حضرت نعمان بن بشیر کا قاتل تھا۔ اس سلسلے میں انہوں نے امام ذہبی، ابن حزم اور ابن حبان کی نہایت سخت رائے مروان کے خلاف نقل کی ہے۔ پھر فرماتے ہیں:

این اعتذار کہ قتل طلحہ بتاویل کرد عذری ہست کہ باوجودش ہیچ معصیت برائے ہیچ عاصی باقی نمی ماند بلکہ برائے وی دعوی تاویل میرسد و این ہمچو تاویل کسی ست کہ از طرف معاویہ در نواقر روی تاویل کردہ و گفتنہ کہ وی در بغی خود مجتہد بود و در عواصم نوشتہ" وقد اعترف اھل الحدیث باجمعہم ان المحاربین لعلی رضی اللہ عنہ معاویۃ وجمیع من تبعہ بغاۃ علیہ وانہ صاحب الحق، انتہی۔ گویم مختار شاہ عبدالعزیز دہلویؒ در بعض افادات خودش نیز ہمین ست کہ حرب معاویہ با علی کرم اللہ وجہہ خالی از شائبہ نفسانیت نبود و قول بخطائے اجتہادی ضعیف است۔

مروان کی طرف سے یہ عذر پیش کرنا کہ اس نے حضرت طلحہ کو کسی تاویل و توجیہ کی بنا پر قتل کیا تھا، ایک ایسی معذرت ہے جس کو پیش کر کے ہر گنہگار کو بے گناہ قرار دیا جا سکتا ہے اور اس کے حق میں تاویل کا دعویٰ کیا جا سکتا ہے۔ یہ تاویل اس شخص کی تاویل کے مانند ہے جس نے حضرت معاویہ کی غلط کار روائیوں کی تاویل کی ہے اور کہا ہے کہ انہوں نے حضرت علی کے خلاف بغاوت بربنائے اجتہاد کی تھی۔ محمد بن ابراہیم الوزیر نے عواصم میں لکھا ہے کہ "تمام اہلِ حدیث مانتے ہیں کہ معاویہؓ اور ان کے تمام ساتھی جنہوں نے حضرت علیؓ سے جنگ کی وہ حضرت علیؓ کے باغی تھے۔ اور حضرت علیؓ حق پر تھے"۔ میں (نواب صدیق حسن خاں) کہتا ہوں کہ شاہ عبدالعزیز دہلوی کے ارشادات میں بھی قول مختار یہی ہے کہ حضرت معاویہؓ کی حضرت علیؓ کے ساتھ لڑائی شائبہ نفسانیت سے خالی نہ تھی۔ اور یہ قول ضعیف ہے کہ امیر معاویہ کی خطا اجتہادی تھی۔

سوال یہ ہے کہ جو اصحاب اہلِ سنّت کے امام اور اہلِ تشیع کے بالمقابل سُنّی مسلک کے بہترین حامی و ترجمان شمار کیے جاتے ہیں، وہ اگر مندرجہ بالا اقوال کے صرف ناقل ہی نہیں بلکہ قائل بھی ہیں اور ان کے یہ اقوال ایسی کتابوں میں درج ہیں جو شیعوں کی تردید میں لکھی گئی ہیں، تو مولانا مودودی نے اگر خلافت و ملوکیت کی تاریخی بحث کے دوران میں یہی کچھ لکھ دیا ہے تو آخر کس جُرم کا ارتکاب کیا ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین علیٰ قدر مراتب واجب الاحترام ہیں مگر معصوم نہیں ہیں۔ ان کی بعض خطائیں خود قرآن میں مذکور ہیں جس سے کسی مسلمان کو مجال انکار نہیں ہے۔ مولانا مودودی نے صحابہ کرامؓ کے متعلق جو بات بھی لکھی ہے وہ محتاط پیرائے میں ان کا

شرفِ صحابیت ملحوظ رکھتے ہوئے لکھی ہے، جسے کوئی ذی علم اور انصاف پسند آدمی توہینِ صحابہ پر محمول نہیں کر سکتا۔

حضرت عثمانؓ اپنے عزیزوں سے جو فیاضانہ برتاؤ روا رکھتے تھے، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے طرزِ عمل سے اس کا موازنہ کرتے ہوئے مولانا مودودی نے اسے صرف خلافِ احتیاط اور غیر اَولیٰ قرار دیا ہے، یہ نہیں کہا کہ یہ کسی حکم شرعی کے خلاف اور ممنوع تھا۔ ان کے اپنے الفاظ درج ذیل ہیں:

"صلۂ رحمی کے شرعی احکام کی تاویل کرتے ہوئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بحیثیت خلیفہ اپنے اقرباء کے ساتھ جو سلوک کیا اس کے کسی جز کو بھی شرعاً ناجائز نہیں کہا جا سکتا۔ ظاہر ہے کہ شریعت میں ایسا کوئی حکم نہیں ہے کہ خلیفہ کسی ایسے شخص کو عہدہ نہ دے جو اس کے خاندان یا برادری سے تعلق رکھتا ہو۔ نہ خمس کی تقسیم یا بیت المال سے امداد دینے کے معاملے میں کوئی ایسا شرعی ضابطہ موجود تھا جس کی انہوں نے خلاف ورزی کی ہو۔ اس لیے ان پر یہ الزام ہرگز نہیں لگایا جا سکتا کہ انہوں نے اس معاملے میں حدِ جواز سے کوئی تجاوز کیا تھا لیکن کیا اس کا بھی انکار کیا جا سکتا ہے کہ تدبیر کے لحاظ سے صحیح ترین پالیسی وہی تھی جو حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نے اپنے اقرباء کے معاملے میں اختیار فرمائی اور جس کی وصیت حضرت عمرؓ نے اپنے تمام امکانی جانشینوں کو کی تھی؟"

(خلافت و ملوکیت ص ۳۲۲)

مولانا کے نزدیک حضرت عثمانؓ کی سیرت کا بس یہی ایک پہلو اپنے پیشروؤں سے مختلف تھا، ورنہ وہ ہر لحاظ سے ایک مثالی حکمران اور خلیفۂ راشد تھے۔ آپ کی شہادت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے مولانا نے لکھا ہے:

"حقیقت یہ ہے کہ اس انتہائی نازک موقع پر حضرت عثمانؓ نے وہ طرزِ عمل اختیار کیا جو ایک خلیفہ اور ایک بادشاہ کے فرق کو صاف صاف نمایاں کر کے رکھ دیتا ہے۔ ان کی جگہ کوئی بادشاہ ہوتا تو اپنے اقتدار کو بچانے کے لیے کوئی بازی کھیل جانے میں بھی اسے باک نہ ہوتا۔ اس کی طرف سے اگر مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بج جاتی، انصار و مہاجرین کا قتلِ عام ہو جاتا، ازواجِ مطہرات کی توہین ہوتی اور مسجدِ نبوی بھی مسمار ہو جاتی تو وہ کوئی پروا نہ کرتا۔ مگر وہ خلیفۂ راشد تھے انہوں نے

سخت سے سخت لمحوں میں بھی اس بات کو ملحوظ رکھا کہ ایک خدا ترس فرمانروا اپنے اقتدار کی حفاظت کے لیے کہاں تک جا سکتا ہے اور کس حد پر پہنچ کر اسے رُک جانا چاہیے۔ وہ اپنی جان دے دینے کو اس سے ہلکی چیز سمجھتے تھے کہ ان کی بدولت وہ حرمتیں پامال ہوں جو ایک مسلمان کو ہر چیز سے بڑھ کر عزیز ہونی چاہییں۔" (خلافت و ملوکیت ص۱۲۰)

کیا یہ انداز تحریر کسی ایسے شخص کا ہو سکتا ہے جس کے دل میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی توہین و تذلیل کا ادنیٰ شائبہ بھی موجود ہو؟ کیا تعظیم اور توہین کے جذبات ایک ساتھ کسی قلب میں جمع اور جاگزیں ہو سکتے ہیں؟

حقیقت یہ ہے کہ فعل توہین کا تعلق انسان کے الفاظ و اقوال سے زیادہ اس کی نیت اور قلبی کیفیت سے ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کسی خاص واقعہ یا مسئلہ کے بیان میں ایک ایسا طرز تعبیر اختیار کرے جو اس کے نزدیک حدود ادب کے اندر ہو اور دوسرا شخص اس میں کوئی تجاوز محسوس کرے۔ لیکن کسی صاحب تقویٰ مسلمان کو اپنے ایک دینی بھائی کے متعلق یہ سوءِ ظن تو نہیں کرنا چاہیے کہ وہ ان ہستیوں کی توہین و استخفاف سے دیدہ و دانستہ ملوث ہو گا جن کی محبت و عقیدت سے ہر مسلمان سرشار ہے۔ کسی شخص کو ان کی توہین کا مرتکب قرار دینے کے معنی یہ ہیں کہ اس نے دانستہ انکی اہانت کی ہے اور اس کا دل ان کے احترام سے خالی ہے۔ مگر کیا اتنا بڑا الزام اس کے کسی ایک فقرے یا چند الفاظ کی بنا پر لگا دینا صحیح ہے جبکہ اس کی عمر بھر کی تحریریں اور تقریریں اور کوششیں انہی بزرگوں کی تعریف و تحسین اور انہی کے اسوہ کی پیروی کی طرف دنیا کو دعوت دینے میں صرف ہوئی ہوں؟ لیکن آج یہ ہماری بڑی بدقسمتی ہے کہ مذہبی حلقوں میں ایک دوسرے کے خلاف، خدا کی توہین، انبیاء کی توہین، صحابۂ کرام کی توہین کے الزامات اس سہولت اور اس کثرت سے عائد کر دیئے جاتے ہیں کہ یہ اب بچوں کا کھیل بن کر رہ گیا ہے۔ ہر دینی گروہ دوسرے کے چند اقوال چھانٹ کر یا سیاق و سباق سے الگ کچھ اقتباسات نکال کر ان سے کفر و ضلالت برآمد کر رہا ہے۔ بریلوی، دیوبندی اور اہلِ حدیث سب اس معاملے میں مہارتِ فن کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ ہر فریق اس طرح کے ہتھکنڈوں کا مزا خود چکھ چکا ہے اور ان کی شکایت بھی رات دن کرتا رہتا ہے، مگر دوسروں کے خلاف ان کے استعمال سے باز نہیں رہتا۔ شاہ اسماعیل شہیدؒ اور بعض دوسرے حضرات کے اقوال پر جو دو طرفہ بحثیں ہوتی رہی ہیں، وہ آخر کس سے مخفی ہیں؟ جس طرزِ استدلال

سے آج مولانا مودودی کو انبیاء و صحابہ کی توہین کا مجرم ٹھیرایا جا رہا ہے، ٹھیک اسی طرز استدلال کی بنا پر دیوبندی حضرات کو فقط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ہی کی نہیں، خدا کی توہین تک کا مرتکب ٹھہرایا جا چکا ہے اور یہ کہا جا چکا ہے کہ ان کے نزدیک نعوذ باللہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے اور شیطان کا علم نبی کے علم سے زیادہ ہے! امکانِ کذبِ باری، علم غیب اور اس طرح کے مسائل پر دفتر کے دفتر سیاہ کیے جا چکے ہیں۔

ایک طرف یہ دین کے نام لیوا ہیں جو باہم دست و گریباں اور بلا ادنیٰ جواز مسلمانوں کی تکفیر و تفسیق میں سرگرم ہیں اور دوسری طرف ملاحدہ و زنادقہ اور اعدائے دین کو کھلی چھٹی مل گئی ہے کہ وہ اللہ، اس کے رسولؐ اور رسول کے صحابہؓ سے منسوب ہونے والی اور ان کی یاد دلانے والی ہر شے کی علانیہ توہین و تضحیک کریں اور اسے ملیامیٹ کرنے کے درپے ہوں۔ کاش صاحبِ احساس، حق پسند اور غیرت مند مسلمان اب بھی متنبہ ہوتے اور اس صورتِ حال کا تدارک کرتے!